باسمہ سبحانہٗ

زینۃ الجیش

بخلافۃ القریش

یعنی

خلافت مین شرط قرشیت کی نفی مین جو ایک تحریر مولفۂ مولانا ابوالحسنات چھپی تھی اُسکا جواب

البحث القوی

عن

سیرۃ النبی

یعنے

مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی کی جلد اول کی چند باتون پر بحث

(من مُولفات)

خاکسار محمد علی ابوالمکارم۔ از مئو ناتھ بھنجن۔ ضلع اعظم گڈھ

حسب فرمایش مُولف

باہتمام محمد فخرالدین تاجر کتب و مالک مطبع فخرالمطابع لکھنؤ

در مطبع شمس المطابع واقع لکھنؤ زیور طبع یافت

اکتوبر ۱۹۲۵ء

"زينة الجيش"

"بخلافة القريش"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

امابعد واضح ہو کہ مسئلہ خلافت کے متعلق ایک تحریر مؤلفہ مولانا ابوالحسنات صاحب ندوی دارالمصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوئی ہی جسکا جواب باصواب حسب ذیل ہے۔

شرائط خلافت کی بابت صاحب تحریر صفحہ ۹ مین لکھتے ہین " حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ مین جو فن اسرار شریعت مین ایک بے نظیر کتاب ہی تحریر فرماتے ہین۔ اعلم انہ لیشترط فی الخلیفہ ان یکون عاقلا بالغا حرا ذکرا شجاعا ذارای وسمع وبصر ونطق وممن یسلم الناس شرفہ وشرف قومہ ولا یستنکفون عن طاعتہ" لیکن خلافت نبوت مین ان شرائط کے علاوہ دیگر شرائط بھی ہین چنانچہ شاہ صاحب ممدوح اُسی کتاب مذکور مین عبارت منقولہ بالا کے بعد یہ تحریر فرماتے ہین والملۃ المصطفویۃ اعتبرت فی خلافۃ النبوۃ امورا اخری منہا الاسلام والعلم والعدالۃ الی قولہ ومنہا کونہ من قریش قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الائمۃ من قریش اھ چونکہ یہ عبارت صاحب تحریر کے خلاف تھی لہذا اسکو حذف کردیا اور مثل لا تقربوا الصلوۃ کے معاملہ ہوگیا۔

اسکے بعد صاحب تحریر صفحہ ۱۰ مین لکھتے ہین "یہ شرائط تو متفق علیہ ہین (الی قولہ) البتہ بعض جماعتون کے نزدیک ایک اور شرط ہے جس کے متعلق بہت کچھ اختلافات ہین ہم چاہتے ہین کہ حتی الامکان اس مسئلہ کو صاف کردین وہ یہ کہ کیا خلافت کے لئے قرشیت لازم ہے؟"

اولاً خلافت نبوت مین قرشیت کی شرط اہل سنت کی ہر ایک جماعت کے نزدیک ایک ضروری شرط ہے آمین کسی کا اختلاف نہین لہذا اسکا انتساب بعض جماعتون کے نزدیک ہرگز صحیح نہین ہے اور جب اہل سنت کے ہر ایک جماعت کے نزدیک قرشیت کی شرط ایک ضروری شرط ہے تو صاحب تحریر کا یہ لکھنا کہ اس کے متعلق بہت کچھ اختلافات ہین کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

ثانیاً صاحب تحریر کے نزدیک اگر قرشیت کی شرط متفق علیہا نہین تو اُن اشخاص کے نام بتائین جنکے نزدیک قرشیت کی شرط ضروری نہین ہے سب بڑی جماعت تو احناف کی ہی اور غالباً صاحب تحریر اسی جماعت کے

آدمی ہین لہذا صاحب تحریر پہلے اپنی جماعت کے آدمیون کا نام بتایئن بالخصوص اپنی جماعت کے سردار کا یعنے امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا اور عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔ تمہید ابوشکور سالمی مین و اجمعنا علی ان الامام من قریش و لایجوز من غیرہ قال علیہ السلام الائمۃ من قریش و لایجوز من غیر قریش اور نیز کتاب مذکور مین ہی وقال ابوحنیفۃ الامام انمایکون باستخلاف الخلیفۃ الذی قبلہ او باجماع الامۃ فانہ یصح امامتہ اذا کان قرشیاً براکان او فاجرا اھ

ثالثاً شاہ صاحب ممدوح کی صرف عبارت اولیٰ سے خلافت نبوت کی تعریف جامع مانع نہین ٹھہری کیونکہ عبارت اولیٰ مین اسلام کی شرط نہونے سے والیان غیر مسلمین بھی خلیفہ کہے جاسکتے ہین اور نیز امیر کابل بھی خلیفہ کہے جاسکتے ہین کیونکہ عبارت اولیٰ مین قرشیت کی شرط مذکور نہین۔

اس کے بعد صاحب تحریر صفا مین لکھتے ہین "بات یہ ہی کہ بعض کتب احادیث مین ایسی حدیثین مروی ہین جنسے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ خلافت کیلئے قریشی ہونا ایک ضروری شرط ہی مثلا الائمۃ من قریش الملک فی قریش وغیر ذلک لیکن اس بارہ مین تمام احادیث کے جمع و استقصاء سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایسا نہین ہی" صاحب تحریر نے جن روایات کی بناپر حدیث مذکور کے ظاہر معنے سے اعراض فرمایا ہی وہ روایات حسب ذیل ہین عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ وعن عتبۃ بن عبدان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ فی قریش والحکم فی الانصار والدعوۃ فی الحبشۃ ان روایات کے قبل صاحب تحریر لکھتے ہین۔ "اگر خلافت کو قریش کا مخصوص حق قرار دیا جاوے تو کیون قضا انصار کے لئے اور تاذین اہل حبش کے لئے مخصوص نہو"

لیکن یہ روایات قابل استدلال نہین لیکن پہلی روایت سے پس اس لئے کہ وہ روایت موقوف ہے مرفوع نہین جیسا کہ امام ترمذی نے اسکی تصریح کی ہی لیکن دوسری روایت سے پس اسلیے کہ اس روایت کو علامہ سیوطی رح نے تاریخ الخلفاء مین بحوالہ مسند احمد نقل فرمایا ہی لیکن میرے تتبع مین یہ روایت مسند احمد مین نہین ہے اور نہ عتبہ بن عبدان صحابی معلوم ہوتے ہین استیعاب و اسد الغابہ و اصابہ مین اس نام کا کوئی صحابی نہین ہی۔

اور جب یہ روایات قابل استدلال نہین تو صاحب تحریر کا اعراض حدیث مذکور کے ظاہر معنے سے صحیح نرہا۔

یہ بھی واضح رہے کہ صاحب تحریر نے ان روایات کو بلا حوالہ کتاب نقل فرمایا ہی لہذا صاحب تحریر ان روایات کا پتہ دین صاحب تحریر کے صرف اسقدر لکھ دینے کہ "یہ حدیثین الائمۃ من قریش سے کسی طرح بھی کم رتبہ ہین" حجت نہین ہوسکتا ہی اسکے بعد صاحب تحریر فضائل قریش کے لکھنے کے بعد یہ لکھتے ہین "لیکن ان فضائل کا یہ منشا نہین کہ وہ اسلامی حقوق عامہ مین سے کسی حق کے تنہا مستحق ہین"

اولاً۔ صاحب تحریر کا یہ بیان حضرت ابوبکر رض کے کلام آتی کا ترجمہ اسکے مزاحم ہے وجہ مزاحمت یہ ہی کہ صاحب تحریر نے فضائل قریش کو دلیل اختصاص قرار دیا ہی ناظرین صاحب تحریر کے ترجمہ ۸ اپت کو غور سے ملاحظہ فرماوین گے ۔ در

خود صاحب تحریر کے ترجمہ آیۃ سے اس نزاع کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ردالحق ما شہدت بہ الاعداء کا مضمون صادق آجاتا ہے۔

ثانیاً حدیث الائمۃ من قریش جس کو صاحب تحریر بھی مان چکے ہیں اور حدیث لایزال ہذا الامر فی قریش ما بقی منہم اثنان رواہ البخاری وحدیث عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قریش ولاۃ الناس فی الخیر والشر الی یوم القیمۃ رواہ الترمذی اختصاص پر نص صریح ہیں اور اسی وادی سے وہ احادیث ہیں جن کو صاحب تحریر نے صـ۱۱ میں بروایت ابوہریرہ وجابر بن عبداللہ نقل فرمایا ہے۔ قریش کے سوا دوسرے لوگ اگر اس منصب کے مستحق ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے بارے میں اس قسم کے الفاظ جو اختصاص پر دال ہیں ہرگز ارشاد نفرماتے جب قیامت تک قریش کی خلافت ٹھہر چکی تو دوسرے لوگوں کی خلافت کا وقت کونسا باقی ہے۔ ولہذا امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں ہذہ الاحادیث واشباہہا دلیل ظاہر ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز عقدہا لاحد من غیرہم وعلی ہذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابۃ وکذلک بعدہم

ثالثاً صاحب تحریر نے صـ۱۲ میں ایک روایت جابر بن سمرہ رضؓ سے نقل فرمایا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ہمارے بعد بارہ۱۲ خلیفہ ہوں گے اور سب قریش سے ہوں گے اور جب صاحب تحریر کے نزدیک خلفاء کی تعیین ہو چکی کہ وہ بارہ۱۲ ہوں گے اور وہ سب کے سب قریشی ہوں گے تو پھر صاحب تحریر کی یہ تمام کوششیں بے سود وبیکار ہیں۔

اسکے بعد صاحب تحریر نے صـ۱۱ میں سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کو نقل فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر رضؓ کے کلام ولن یعرف ہذا الامر الا لہذا الحی من قریش ہم اوسط العرب نسباً و داراً کو بھی نقل فرمایا ہے۔

اسکے بعد صاحب تحریر لکھتے ہیں "یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ یہاں حضرت ابوبکرؓ نے الائمۃ من قریش سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ قریش کی قدیم شرافت وسطوت وعزت کو پیش کیا ہے"

اولاً حضرت ابوبکر کا کلام مذکور حدیث الائمۃ من قریش کا ہم معنے ہے بلکہ کلام مذکور میں اس بات کی بھی حکایت ہے کہ حکومت قریش ہمیشہ سے چلی آتی ہے یعنے ایام جاہلیت میں بھی یہی قریش اس کے حقدار تھے۔ بہرکیف صاحب تحریر کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے حدیث مذکور سے استدلال نہیں کیا صحیح نہیں۔

ثانیاً صاحب تحریر صـ۱ میں لکھتے ہیں "مسند احمد کی مرویات ابی بکر صدیق میں ایک روایت آپ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں قریش ولاۃ ہذا الامر فبر الناس تبع لبرہم وفاجرہم تبع لفاجرہم"

لیکن مسند احمد کے دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ حدیث اسی واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حدیث حدیث الائمۃ من قریش کا ہم معنے ہے حضرت سعد جو خلافت کے مدعی تھے وہ اس حدیث کو سن کر خاموش ہو گئے اور اس حدیث کی تصدیق کی اور فرمایا نحن الوزراء وانتم الامراء جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ قرۃ العینین میں اس واقعہ کی یوں حکایت فرماتے ہیں "محفوظ است کہ صدیق بنص الائمۃ من قریش انصار را صرف کرد از خلافت ووجہ صحت ایراد این حدیث آنست کہ سعد بن عبادہ نیز این حدیث را از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ

پس صدیق اولہ ابہام حدیث بیاد داد تا قمع باشد شبہہ او را و قمع باشد شغف انصار را دین معنے از روایت احمد مفہوم میشود۔

اور جب واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ مین حضرت ابوبکر کا استدلال بحدیث منقولہ صاحب تحریر ثابت ہے تو صاحب تحریر کا یہ قول کہ حضرت ابوبکر نے الائمۃ من قریش سے استدلال نہین کیا خود بتصنیع صاحب تحریر غلط ہو گیا۔

ثالثاً صاحب تحریر حضرت ابوبکر کے کلام مذکور کا یون ترجمہ کرتے ہین "امارت صرف اسی قبیلہ (قریش) کا حق سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہ تمام عرب مین از روے نسب و خاندان شریف ترین قبیلہ ہے"

اور جب حضرت ابوبکر رض کا کلام مذکور حدیث الائمۃ من قریش کا ہم معنے ہے اور صاحب تحریر نے اُسکا یون ترجمہ کیا ہے تو اس سے صاف واضح ہو گیا کہ صاحب تحریر کے نزدیک بھی حق خلافت خاص قریش ہی کا حق ہے جیسا کہ لفظ صرف جو انحصار کے لئے آتا ہے اس پر دلالت کرتا ہے۔

اسکے بعد صاحب تحریر ص ۱۲ مین امامت قریش کے متعلق تین حدیثون کو نقل فرما کر لکھتے ہین "لیکن ان حدیثون مین اسکا کوئی اشارہ نہین کہ قریش کے سوا کوئی دوسرا خلافت کا مستحق نہین ہو سکتا"

اولاً جب صاحب تحریر کے ترجمہ مذکورہ سے حق خلافت قریش کے لئے ثابت ہو گیا تو صاحب تحریر اپنے اس بیان کو واپس لین۔

ثانیاً اُن حدیثون مین اشارہ کیا معنے یہ صاف ہے کہ قریش کے سوا کوئی دوسرا خلافت کا مستحق نہین۔ اُن حدیثون مین پہلی حدیث تو وہی الائمۃ من قریش ہے جو اختصاص کی بین اور مسلم الثبوت دلیل ہے اور خود صاحب تحریر یہ لکھ چکے ہین کہ بظاہر حدیث مذکور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کے لیے قریشی ہونا ایک ضروری شرط ہے۔

باقی صاحب تحریر نے جو یہ لکھا ہے کہ اُن حدیثون مین قریش کی سطوت وغیرہ کا ذکر ہے تو اس سے صاحب تحریر کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے جبکہ صاحب تحریر اسکو دلیل اختصاص قرار دے چکے ہین صاحب تحریر کا ترجمہ مذکورہ ملاحظہ ہو۔

اسکے بعد صاحب تحریر ص ۱۴ مین لکھتے ہین "اگرچہ علماء کی جماعت کثیر کا یہی خیال ہے کہ خلافت صرف قریش کا حق ہے اور اس کو اجماع تک کی حیثیت دیجاتی ہے لیکن ہمین اس واقعہ سے بہت تسکین و تسلی ہو جاتی ہے جب یہ دیکھتے ہین کہ یہ اجماع حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر بن الخطاب رض کے مبارک و مقدس عہد کے بعد کا واقعہ ہے اس وقت تک اس قسم کا کوئی تخیل موجود نہ تھا عہد نبوی سے قریب تر زمانہ کا تخیل و طرز عمل یقیناً اس تخیل و طرز عمل سے زیادہ اقرب الی الصواب ہے جو اس سے بعد کے زمانہ مین پیدا ہوا"

اولاً یہ خیال علماء کی جماعت کثیر کا نہین بلکہ تمام علماء کا خیال ہے ورنہ صاحب تحریر کا یہ قول کہ یہ اجماع حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بن الخطاب رض کے مبارک و مقدس عہد کے بعد کا واقعہ ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ثانیاً صاحب تحریر کا یہ تخیل کہ یہ اجماع اُن مبارک عہدون کے بعد کا ہے صحیح نہین سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ صاحب تحریر کے تخیل کے مزاحم ہے وجہ مزاحمت یہ ہے کہ خود صاحب تحریر اس واقعہ کو نقل فرما چکے ہین۔

اور حضرت ابوبکر کے کلام ولن یعرف ہذا الامر الا لہذا الحی من قریش کا یہ ترجمہ کر چکے ہین "امارت صرف اسی قبیلہ قریش کا حق سمجھی جاتی ہے" افسوس صاحب تحریر تھوڑی دیر مین اسکو بھول گئے۔

ہان عہد ابوبکر مین انصار نے منا امیر ومنکم امیر ضرور کہا تھا لیکن حضرت ابوبکر نے اپنے قول ولکنا الامراء وانتم الوزراء سے انصار کو ساکت فرما دیا تھا اس کے بعد سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے بیعت کی۔

رہا عہد عمرؓ سو اُسکی بھی یہی حالت رہی اور جن وجوہ سے صاحب تحریر نے اس عہد کی دوسری حالت دکھائی ہے وہ صحیح نہین کما ستقف علیہ عن قریب انشاء اللہ۔

اس کے بعد صاحب تحریر نے صفحہ محولہ بالا مین فتح الباری سے قاضی عیاض کا یہ قول نقل فرمایا ہے اشتراط کون الامام قرشیا مذہب العلماء کافۃ وقد عدوہا فی مسائل الاجماع اسکے بعد صاحب فتح الباری کا یہ قول نقل فرمایا ہے ویحتاج من نقل الاجماع الی تاویل ما جاء من عمر فقد اخرج احمد بسند رجالہ ثقات وقال ان ادرکنی اجلی وابوعبیدۃ حی استخلفتہ فذکر الحدیث وفیہ ان ادرکنی اجلی وقد مات ابوعبیدۃ استخلفت معاذ بن جبل الخ ومعاذ بن جبل انصاری لا نسب لہ فی قریش اھ

اولاً گو اس روایت کے رجال سب ثقہ ہین لیکن شریح بن عبیدہ وراشد بن سعد جو اس واقعہ کو حضرت عمرؓ سے نقل فرماتے ہین وہ دونون کثیر الارسال ہین جیسا کہ خود حافظ ابن حجر نے تقریب مین اسکی تصریح کی ہے اور تقریب التہذیب کے دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان لوگون نے زمانہ حضرت عمرؓ کا نہین پایا ہے۔ بہر کیف تاوقتیکہ یہ ثابت نہ کر لیا جاوے کہ ان لوگون نے زمانہ حضرت عمرؓ کا پایا ہی اس روایت سے استدلال صحیح نہین ہوسکتا ہے اور حافظ ابن حجر نے لکھنے کو تو یہ بات لکھدی لیکن وہ خود اس کے قائل نہین۔ چنانچہ فتح الباری مین وہ لکھتے ہین واما الامامۃ العظمی فمن شرط صحتہا ان یکون الامام قرشیا وقد مضی البحث فی ذلک فی اول کتاب الاحکام اھ۔

ثانیاً سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ مین جسوقت حضرت ابوبکر نے بحدیث الائمۃ من قریش انصار کو بالخصوص سعد بن عبادہ کو ساکت فرمایا تو حضرت عمرؓ بھی ساکت رہے بلکہ اس خصوص مین حضرت عمرؓ آپ کے ہم خیال تھے[ف ۱] جس سے یہ صاف واضح ہوتا ہی کہ خلافت مین قرشیت کی شرط حضرت عمرؓ کے نزدیک بھی ایک ضروری شرط ہی۔ لہذا یہ کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے معاذ بن جبل کے استخلاف کا ارادہ کیا تھا۔

ثالثاً بر تقدیر صحت روایت اگر حضرت عمرؓ کے اس صنیع سے خلافت مین قرشیت کی شرط صاحب تحریر کے نزدیک کوئی ضروری شرط نہین تو حضرت عمرؓ کے آیندہ قول سے خلافت مین حُر کی شرط کوئی ضروری شرط نہ ٹھہرے گی حالانکہ صاحب تحریر کے نزدیک حُر کی شرط ایک ضروری شرط ہے جیسا کہ وہ اس کے قبل اسکا اقرار کر چکے ہین بلکہ اُسکو متفق علیہ قرار دے چکے ہین پس جو صورت تفصی کی صاحب تحریر اپنے لئے تجویز فرمادین گے وہی صورت

ف ۱ و ہذا امام نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین وقد احتج بہ ابوبکر وعمر علی الانصار یوم السقیفۃ فلم ینکرہ احد اھ منہ سلمہ اللہ تعالی

تفضی کی ہمارے لئے بھی سمجھ لین گے۔

اس کے بعد صاحب تحریر صفحہ محولہ بالا مین لکھتے ہین "اس سے بڑھکر ایک اور روایت ہی جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضؓ سے اُن کی وفات کے وقت آیندہ خلافت کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا مین اپنے زمانہ کے لوگون مین بڑی حرص پاتا ہون اگر مین اسوقت سالم مولے (غلام) ابی حذیفہ رضؓ یا ابوعبیدہ رضؓ بن الجراح کو پاتا تو یہ خلافت ان دونون مین سے کسی ایک کے سپرد کر دیتا"

اولاً یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے لیکن کوئی طریقہ صحیح نہین ہے ایک طریقہ تو مسند احمد مین ہے جسمین علی بن زید بن جدعان واقع ہین اور یہ ضعیف ہین جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب مین تحریر فرمایا ہے اور نیز فتح الباری مین کئی جگہ ان کی تضعیف مذکور ہے۔ دوسرا طریقہ شہر بن حوشب کا ہے جو منتخب کنز العمال مین منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہین لو استخلفت سالما مولی ابی حذیفة فسالنی ربی ما حملک علی ذلک الخ ولو استخلفت معاذ بن جبل فسالنی ربی ما حملک علی ذلک لقلت الخ لیکن اس روایت کے رجال مذکور نہین معلوم نہین اس کے رجال کیسے ہین اس کے علاوہ اس روایت کا متن صحیح نہین اسواسطے کہ سالم زمانہ خلافت ابوبکر رضؓ مین شہید ہو چکے ہین فتح الباری ملاحظہ ہو لہذا حضرت عمر رضؓ کا یہ ارادہ استخلاف کیونکر راست آسکتا ہے۔

ثانیاً صحیح مسلم مین عامر بن واثلہ سے مروی ہی وہ فرماتے ہین کہ نافع بن عبد الحارث عسفان مین حضرت عمر رضؓ سے ملے اور حضرت عمر نے اُنکو مکہ پر عامل مقرر فرمایا تھا آپ نے پوچھا تم نے اہل وادی پر کس کو عامل مقرر کیا ہی نافع عبد الحارث نے کہا ابن ابزی کو آپ نے فرمایا ابن ابزی کون ہے نافع عبد الحارث نے کہا وہ ایک غلام ہے ہمارے غلامون سے حضرت عمر رضؓ نے متعجباً یہ فرمایا استخلفت علیهم مولے یعنے تم نے اہل وادی پر ایک غلام کو مقرر کر دیا ہے نافع بن عبد الحارث نے کہا کہ وہ غلام قاری لکتاب اللہ و عالم بالفرائض ہی اس کے بعد حضرت عمر رضؓ چپ ہو گئے اور فرمایا ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم قد قال ان اللہ یرفع بهذا الکتاب اقواما و یضع به آخرین جب حضرت عمر رضؓ کو غلام کے عامل ہونے مین تامل ہوا تو حضرت عمر رضؓ غلام کو امیر المومنین بنانے کو کیونکر تجویز فرما سکتے ہین۔

ثالثاً صحیح بات استخلاف کے بارے مین جو حضرت عمر رضؓ سے مروی ہے وہ یہ ہی کہ حضرت عمر رضؓ نے لوگون کے سوال کے جواب مین یہ فرمایا ما اجد احق بهذا الامر من هولاء الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو عنهم راض فسمی علیاً و عثمان و الزبیر و طلحة و سعداً و عبد الرحمن صحیح بخاری ملاحظہ ہو۔

اسکے بعد صاحب تحریر نے حدیث مولی القوم منهم کو لکھکر ایک عبارت علامہ ابن حزم کی نقل فرمائی ہے۔ لیکن پہلے صاحب تحریر اس حدیث کا مطلب متعین کرین بدون انکشاف مطلب کچھ لکھا نہین جا سکتا۔

اسکے بعد صاحب تحریر نے شرط قرشیت کی نفی مین ایک دوسرا پہلو اختیار فرمایا ہے جسکا خلاصہ یہ ہی کہ چونکہ امامت و قرشیت کی احادیث کے راوی بکثرت قریشی ہین لہذا احتمال ہے کہ اُنھون نے تعصب کو راہ دیا ہو اور خود اپنے خیال کے مطابق ایسی حدیثین گڑھ لی ہون جیسا کہ ابتدا مین ایسا واقعہ ہو چکا ہی۔

اولاً صاحب تحریر کا یہ ادعا صحیح نہین۔
ثانیاً بر تقدیر تسلیم صاحب تحریر کے بیان سے یہ تو ضرور ثابت ہوگیا کہ وہ احادیث متعلقہ امامت قرشیت جن کو مین نے اور صاحب تحریر نے نقل کیا ہے وہ دلیل اختصاص ضرور ہین کیونکہ اگر وہ احادیث اختصاص کی دلیل نہوتین تو صاحب تحریر کو اس پہلو کو اختیار کرنے کی ضرورت کیا تھی اور نیز صاحب تحریر کی بدگمانی کا موقع بھی اسی اختصاص ہی کی صورت مین درست آسکتا ہے رہا صاحب تحریر کا احتمال مذکور سو یہان اُسکی گنجائش نہین اسواسطے کہ احادیث مشار الیہا صحاح کی ہین اور صحاح کی روایتین روایات موضوعہ سے پاک وصاف ہین بالخصوص روایات صحیحین کی۔
اسکے بعد صاحب تحریر نے صحیح مسلم کے چند روات کو ذکر کرکے اُن پر جرح کی ہے لیکن یہ تمام جرحین بقواعد اصول حدیث سب مندفع ہین تفصیل کی ضرورت نہین۔
اس کے بعد صاحب تحریر لکھتے ہین "صحاح کی صحیح اور محفوظ روایتین ما اقاموا الدین یا ما حکموا فعدلوا وغیرہ الفاظ کے ساتھ مشروط ہین جسکے معنے یہ ہین کہ جبتک قریش مین خلافت کی اہلیت وصلاحیت باقی رہیگی وہ اس پر قابض رہین گے"
لیکن ان الفاظ کو شرط قرشیت کی نفی مین کچھ دخل نہین ہے اور کسی وقت مین قریش سے خلافت نکلجانے سے اُنکا حق نہین نکل جاتا۔
اسکے بعد صاحب تحریر لکھتے ہین "الائمۃ من قریش کے لفظ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کی جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ روایت منقطع ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہین ومن حدیث ابی بکر الصدیق بلفظ الائمۃ من قریش رجالہ رجال الصحیح ولکن فی سندہ انقطاع"
لیکن وہی حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین "وقد جمعت طرقہ نحو العین صحابیا لما بلغنی ان بعض فضلاء العصر ذکر انہ لم یروا الاعن ابی بکر الصدیق الخ" اور اسی کثرت طرق کیوجہ سے ان ہی حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو احادیث متواترہ سے شمار کیا ہے۔ فتح الباری ملاحظہ ہو۔ اور نیز علامہ عینی نے عمدۃ القاری مین اور علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ مین اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔
اس کے بعد صاحب تحریر نے جو کچھ مضمون اور لکھا ہے وہ سب من قبیل بناء فاسد علی الفاسد ہے ناظرین خود غور فرمالین گے رسالہ کے حجم بڑھانے سے کچھ فائدہ نہین ہے والسلام

الراقم

محمد علی ابو المکارم

از مئو ناتھ بھنجن۔ اعظم گڈھ

البحث القوی

عن

سیرة النبی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد واضح ہو کہ مجکو سیرۃ النبی کی جلد اول ایک دوست کے ذریعہ سے دیکھنے مین آئی چونکہ میرے نزدیک بعض مقامات قابل بحث ہین لہذا وہ بحث حسب ذیل ہے۔

مؤلف مرحوم سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۰ مین بعد نقل روایت بحیرا حسب ذیل تحریر فرماتے ہین "لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے اس روایت کے جسقدر طریقے ہین سب مرسل ہین یعنے راوی اول واقعہ کے وقت خود موجود نہ تھا اور اُس راوی کا نام نہین بیان کرتا جو شریک واقعہ تھا"

اولاً۔ یہ وجہ اس روایت کے ناقابل اعتبار ہونے کی صحیح نہین اسواسطے کہ ترمذی کی روایت مین اول راوی ابو موسیٰ الاشعری ہین جیسا کہ مؤلف نے آگے چلکر تحریر فرمایا ہے اور جب اس واقعہ کے اول راوی صحابی ہین تو صحابی کا ارسال عند المحدثین حجت ہے بلکہ خود مؤلف کے نزدیک بھی مولف صفحہ ۱۴۸ کے منھیہ مین بعد نقل روایت عائشہ رضہ بابت بدء الوحی تحریر فرماتے ہین "صحیح بخاری باب بدء الوحی وکتاب التعبیر مین یہ روایت حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے لیکن حضرت عائشہ رضہ اسوقت تک پیدا نہین ہوئی تھین محدثین کی اصطلاح مین ایسی روایت کو مرسل کہتے ہین لیکن صحابہ رضہ کا مرسل محدثین کے نزدیک قابل حجت ہے کیونکہ متروک راوی بھی صحابہ رضہ ہی ہون گے"

ثانیاً جب مؤلف کے نزدیک یہ روایت ناقابل اعتبار ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام کا بھی ناقابل اعتبار رہوگا کیونکہ شام کا سفر اُسی روایت مین مذکور ہے اور مؤلف شام کے سفر کا اقرار کر چکے ہین اور جب مؤلف شام کے سفر کا اقرار کر چکے ہین تو اس واقعہ بحیرا سے کیون انکار ہے۔

ثالثاً مؤلف کا یہ قول کہ اس روایت کے جتنے طریقے ہین سب مرسل ہین صحیح نہین اسواسطے کہ محدث رزین نے اس روایت کو بطریق علی بن ابی طالب عن ابیہ نقل فرمایا ہے الرحمۃ المہداۃ صفحہ ۲۹۶ و مرقاۃ صفحہ ۵ ج ۲۴ ملاحظہ ہون۔ اسکے بعد مولف لکھتے ہین "اس روایت کا سب سے زیادہ مستند طریقہ یہ ہے جو ترمذی مین منقول ہے اس کے

متعلق تین باتین قابل لحاظ ہین۔

(۱) ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہی کہ حسن اور غریب ہی اور ہم اس حدیث کو اس طریقہ کے سوا کسی اور طریقہ سے نہین جانتے حسن کا مرتبہ صحیح حدیث سے کم ہوتا ہی اور اب غریب ہو تو اسکا رتبہ اور بھی گھٹ جاتا ہی" اور اگر حسن کا مرتبہ گو حدیث صحیح سے کم ہوتا ہی لیکن احتجاج مین وہ حدیث صحیح کے مشارک ہی اور اس روایت کے غریب ہونے سے اگر مؤلف کے نزدیک حسن کا رتبہ گھٹ جاتا ہی تو حسن اور غریب کا اجتماع کیسا اچھا اگر مؤلف کے نزدیک حسن غریب کی صورت مین حسن کا مرتبہ گھٹ جاتا ہے تو ترمذی نے جس روایت کی نسبت صحیح غریب لکھا ہی وہان صحیح کا رتبہ بھی گھٹ جائیگا پس جو تاویل صحیح غریب کی ہوگی وہی تاویل حسن غریب کی ہوگی۔

ثانیاً گو ترمذی کو اس طریقہ کے سوا کوئی دوسرا طریقہ نہین معلوم ہوا لیکن حق یہ ہی کہ اس طریقہ کے علاوہ اور بھی طریقے اس روایت کے ہین ایک طریقہ تو وہی حضرت علی عن ابیہ کا ہے جسکا حوالہ اوپر گزرچکا ہے اور خود مولف کو اسکا اقرار ہے کہ اس روایت کے بہتیرے طریقے ہین۔

ثالثاً ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے لیکن دوسرے لوگون نے اسکو صحیح کہا ہی مرقاۃ صفحہ ۴۷۲ ج ۵ مین ہے وقال الجزری اسنادہ صحیح ورجالہ رجال الصحیح او احدہما اھ

اسکے بعد مولف لکھتے ہین۔

"(۲) اس حدیث کا ایک راوی عبدالرحمن بن غزوان ہے اسکو بہت سے لوگون نے اگرچہ ثقہ بھی لکھا ہے لیکن اکثر اہل فن نے اسکی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہی۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ عبدالرحمن منکر حدیثین بیان کرتا ہے جن مین سب سے بڑھکر منکر وہ روایت ہی جس مین بحیرا کا واقعہ مذکور ہی"

عبدالرحمن بن غزوان رجال بخاری سے ہین اور بڑے پایہ کے شخص ہین علامہ عینی عمدۃ القاری صفحہ ۴۷۲ ج ۹ مین لکھتے ہین وہو من کبار الحفاظ وثقوہ ولکن خطاؤہ فی حدیث واحد حدث بہ عن اللیث خولف فیہ اھ اور حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۱۷ مین لکھتے ہین وثقہ ابن المدینی وابن نمیر ویعقوب بن شیبۃ وابن سعد وقال ابن معین صالح لیس بہ باس وقال ابوحاتم صدوق وقال الدارقطنی ثقۃ ولہ افراد وقال ابن حبان فی الثقات کان یخطی ویتخالج فی القلب منہ لروایتہ عن اللیث عن مالک عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قصۃ الممالیک اھ

مؤلف کا یہ قول کہ اکثر اہل فن نے اسکی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہی ہرگز صحیح نہین ایک شخص سے بھی ان کی تضعیف منقول نہین ہی ہان یہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ان انکی خطا صرف ایک روایت مین ہی یعنے ممالیک کی روایت مین جیساکہ علامہ عینی کی عبارت منقولہ بالا سے واضح ہے لیکن کسی ثقہ سے احیاناً خطا ہو جانے سے اسکی ثقاہت پر دھبہ نہین آتا ہی اور نہ اس سے اسکی روایتین ساقط الاحتجاج ہو جاتی ہین کتب اصول حدیث ملاحظہ ہون۔

ترمذی کی روایت بحیرا مین حضرت ابوبکر اور بلال کا نام آگیا ہے وہ معلوم نہین کہ یہ وہم عبدالرحمن کا ہی یا کسی دوسرے راوی کا چونکہ عبدالرحمن ممالیک کی روایت کرچکے ہین لہذا بعض لوگون نے اس وہم کا انتساب انھین کی

جانب کیا ہی بہر کیف یہ وہم عبد الرحمٰن کا ہو یا کسی دوسرے راوی کا اس سے اصل قصہ کی تغلیط نہین ہو سکتی ہے
اس کے علاوہ مسند بزار کی روایت مین حضرت ابو بکرؓ اور بلالؓ کا نام مذکور نہین ہی حافظ ابن القیم زاد المعاد
صٰ۱۷ ج۱ مین [illegible] ثم كفله عمه ابو طالب واستمرت كفالته له فلما بلغ ثنتي عشر سنة خرج به عمه الى الشام وقيل كانت سنة تسع
وفي هذه الخرجة رآه بحيرا الراهب وامر عمه ان لا يقدم به الى الشام خوفا عليه من اليهود فبعثه عمه مع بعض غلمانه الى المدينة ووقع في كتاب
الترمذي وغيره انه بعث معه بلالا وهو من الغلط الواضح فان بلالا اذ ذاك لعله لم يكن موجودا وان كان فلم يكن مع عمه ولا مع ابي بكر و
ذكر البزار في مسنده هذا الحديث ولم يقل وارسل معه عمه بلالا ولكن قال رجلا اھ حافظ ابن عبد البر نے بھی استیعاب مین واقعہ بحیرا کو تسلیم
فرمالیا ہے اور بڑے بڑے محدثین قدیما وحدیثا تسلیم کرتے آئے ہین لہذا اس واقعہ سے انکار کرنا ہرگز درست نہین ہے۔

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین۔

"(۳) حاکم نے مستدرک مین اس روایت کی نسبت لکھا ہی کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہی علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک مین حاکم کا یہ قول نقل کرکے لکھا ہی کہ مین اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون"

بعض واقعات سے مراد غالبًا وہی ذکر ابو بکر و بلال ہوگا اور اس مین شک نہین کہ انکا ذکر واقعہ بحیرا مین غلط ضرور ہے
بہر کیف علامہ ذہبی کے اس کلام سے اصل واقعہ کی تغلیط ثابت نہین ہوتی ہے۔

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین۔

"(۴) اس روایت مین مذکور ہی کہ حضرت بلالؓ اور ابو بکرؓ بھی اس سفر مین شریک تھے حالانکہ اسوقت بلالؓ کا وجود بھی نہ تھا اور حضرت ابو بکرؓ بچے تھے"

اس مین تو کلام نہین کہ اس روایت مین حضرت ابو بکرؓ اور بلالؓ کا تذکرہ غلط ہی کسی راوی کا وہم ہی مرقاۃ صٰ۵۲۷ ج۵ مین
ہی وذكر ابي بكر وبلال فيه غير محفوظ وعده ائمتنا وهما اھ بہر کیف اس وہم سے اصل واقعہ مین کچھ فرق نہین آسکتا ہی۔

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین۔

"(۵) اخیر راوی حدیث کے ابو موسیٰ اشعری ہین وہ شریک واقعہ نہ تھے اور راوی کے اوپر کے راوی کا نام نہین بتاتے۔ ترمذی کے علاوہ طبقات ابن سعد اور مستدرک وغیرہ مین جو سلسلہ سند مذکور ہی سب مرسل ہین یعنے بیچ مین ایک راوی چھوٹ گیا ہی"

اگر آخیر راوی اوپر کے راوی کا نام نہین بتاتا تو اسمین مؤلف کا کیا حرج ہے سو اسلئے کہ مؤلف خود یہ لکھ چکے ہین کہ وہ
متروک راوی اوپر کا سوائے صحابہؓ کے اور کون ہو سکتا ہی آغاز بحث ملاحظہ ہو۔

اس کے بعد مؤلف لکھتے ہین۔

"(۶) حافظ ابن حجر رواۃ پرستی کی بنا پر اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہین لیکن چونکہ حضرت ابو بکرؓ اور بلالؓ کی شرکت بداہۃً غلط ہی اسلئے مجبوراً اقرار کرتے ہین کہ اسقدر حصہ غلطی سے روایت مین شامل ہو گیا ہی"

اولًا اسکا نام رواۃ پرستی نہین اگر اسکا نام رواۃ پرستی ہو تو بڑے بڑے محدثین اس الزام سے بچ نہین سکتے ہین۔

ثانیاً اس قسم کے وہم کا اقرار کرنا مجبوراً نہین ہوتا ہی بلکہ حقیقت حال کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہی - آخر حافظ ابن حجر کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی تو اس وہم کا اقرار کیا ہے تو کیا وے لوگ بھی اس الزام کے مستحق ہین - اور اس قسم کا وہم بعض دفعہ ثقات سے ہوجاتا ہی جسکی بے شمار نظیرین ہین -

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین "لیکن حافظ ابن حجر کا یہ ادعا بھی صحیح نہین کہ اس روایت کے تمام رواۃ قابل سند ہین عبدالرحمٰن بن غزوان کی نسبت خود انھین حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین لکھا ہے کہ وہ خطاء کرتا تھا اسکی طرف سے اسوجہ سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس نے ممالیک کی روایت نقل کیا ہے جو ایک ایسی روایت ہی جسکو محدثین جھوٹ اور موضوع خیال کرتے ہین"

اولاً یہ قول حافظ ابن حجر کا نہین ہی بلکہ یہ قول ابن حبان کا ہی عبارت مقدمہ فتح الباری مذکورہ بالا ملاحظہ ہو -

ثانیاً - ابن حبان کے اس قول سے عبدالرحمٰن بن غزوان کا غیر ثقہ ہونا ثابت نہین ہوتا کیونکہ ثقات سے بھی خطاء اور وہم احیاناً ہوجاتا ہی جسکی سیکڑون مثالین کتب حدیث مین موجود ہین -

ثالثاً مؤلف صـ۳ مین لکھتے ہین "جو روایتین سیرت اور فضائل وغیرہ سے متعلق ہین اُن مین تشدد اور احتیاط کی چندان حاجت نہین"

تو پھر کیا وجہ ہی کہ مؤلف نے یہان تشدد سے کام لیا ہی حالانکہ یہان مؤلف کا یہ حق تھا کہ اس واقعہ کی قدر کرتے کیونکہ اس واقعہ سے آپکی نبوت قبل البعثت ثابت ہوتی ہی اور نیز یہ واقعہ والحق ما شہدت بہ الاعداء کا مصداق ہی -

اب اخیر مین ہم فیصلہ اس واقعہ کا خود مؤلف کی تحریر سے کرتے ہین مؤلف سیرۃ النبی کے صـ۱۴۹ مین لکھتے ہین - "ترمذی مین یہ حدیث موجود ہی کہ نبوت سے پہلے سفر شام مین (بمقام بصری) جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے اسکی تمام شاخین آپ پر جھک آئین جس سے بحیرا نے آپکے نبی ہونیکا یقین کیا"

جب خود مؤلف " اَبْقَاہُ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ " ترمذی کی اس روایت کو تسلیم کر چکے ہین اور اس سے استدلال فرما چکے ہین تو خود مؤلف کی اس صنیع سے یہ تمام اعتراضات دفع ہو گئے - والحمد للہ علی ذلک ثم الحمد علی ذلک -

اس کے بعد مؤلف سیرۃ النبی کے صـ۱۷۶ مین لکھتے ہین "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مین ایک دفعہ نماز ادا کی کفار بھی موجود تھے جب آپکے یہ آیت پڑھی ومناۃ الثالثۃ الاخری تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوادئے تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی اس کے بعد آنحضرت ؐ نے سجدہ کیا اور تمام کفار نے آپکی متابعت کی یہ قصہ اگرچہ سرتاپا بیہودہ اور ناقابل ذکر ہے اور اکثر کبار محدثین مثلاً بیہقی قاضی عیاض علامہ عینی حافظ منذری علامہ نودی نے اسکو باطل اور موضوع لکھا ہی لیکن افسوس یہ ہی کہ بہت سے محدثین نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہی انین طبری ابن ابی حاتم ابن المنذر ابن مردویہ ابن اسحاق موسیٰ بن عقبہ ابو معشر شہرت عام رکھتے ہین"

اولاً مشرکین کا سجدہ کرنا بخاری کی روایت سے بھی ثابت ہی لہذا مشرکین کے سجدہ سے اس قصہ کی تائید ہوتی ہی ورنہ ان مشرکین کو سجدہ کرنے کی کیا وجہ تھی - رہا یہ کہ وہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے تھے

یا نہین سو اسکی تحقیق آیت ذیل کے مطلب پر موقوف ہی کیونکہ مفسرین نے اس قصہ کو آیت ذیل کا شان نزول قرار دیا ہے وہ آیت یہ ہی وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیتہ واللہ علیم حکیم۔ اس آیت سے تو یہ ضرور ثابت ہی کہ شیطان کی یہ عادت تھی کہ رسولون اور نبیون کی قرأت مین احیانا اپنی جانب سے کچھ ملا دیا کرتا تھا اب اس ملا دینے کی کیا صورت ہوتی تھی اگر یہ صورت ہوتی تھی کہ شیطان اپنے بڑھائے ہوے مضمون کو رسولین اور نبیون کی زبان سے جاری کرا دیتا تھا تو قصہ مذکورہ کے الفاظ پر کوئی جرح نہین اور اگر یہ صورت ہوتی تھی کہ خود شیطان اپنی زبان سے رسولون اور نبیون کی قرأت مین ملا کر پڑھ دیتا تھا تو البتہ قصہ مذکورہ مین یہ بیان کہ شیطان نے آپکی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیے غالبًا غلط ہوگا لیکن مجرد عنوان بیان کی غلطی سے اصل واقعہ کی تغلیط نہین ہوسکتی ہے اسواسطے کہ آیت مذکورہ قصہ طلب ضرور ہے اور سواے اس قصہ کے کوئی دوسرا قصہ نہین ہے اور اگر کوئی دوسرا قصہ ہے تو وہ کیا قصہ ہے اگر وہی قصہ ہے جسکو مولف صٓ۱۷ مین لکھتے ہین کہ "حقیقت یہ ہے کہ کفار کی عادت تھی کہ جب آنحضرتؐ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو شور مچاتے اور اپنی طرف سے فقرے ملا دیتے قرآن مجید کی آیت ذیل مین اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون الی قولہ یہ صرف قیاس نہین بلکہ اگلے محققین نے بھی تصریح کی ہے۔ مواہب لدنیہ مین ہی قیل انہ لما وصل الی قولہ ومناۃ الثالثۃ الاخری خشی المشرکون ان یاتی بعدھا بشئی یذم الھتہم فبادروا الی ذالک الکلام فخلطوہ فی تلاوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی عادتہم فی قولہم لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ والمراد بالشیطان شیطان الانس"

تو یہ قصہ صحیح نہین ہوسکتا اسواسطے کہ آیت مذکورہ کے بعد یہ آیت ہے لیجعل ما یلقی الشیطان فتنۃ للذین فی قلوبہم مرض والقاسیۃ قلوبہم اور ظاہر ہے کہ کوئی مشرک اپنے ہم جنسون کو فتنہ مین نہین ڈال سکتا ہی لھذا یہان شیطان سے شیطان الانس ہرگز مراد نہین ہوسکتا ہی چاہے اسکو مؤلف محقق کہین یا کوئی دوسرا محقق فافہم

ثانیًا جب حسب اقرار مؤلف بہت سے محدثین نے اس قصہ کو بہ سند نقل کیا ہی تو مولف کو اُن پر افسوس کیون ہی آخر واقعات کی صحت اور غیر صحت کا دارمدار سند ہی پر تو ہی مولف کو لازم تھا کہ اس قصہ کی سندون پر بحث کرتے۔

اسکے بعد مؤلف لکھتے ہین "اس سے بڑھکر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو جن کے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہی اس روایت کی صحت پر اصرار ہی چنانچہ لکھتے ہین وقد ذکرنا ان ثلثۃ اسانید منہا علی شرط الصحیح وھی مراسیل یحتج بمثلہا من یحتج بالمراسیل"

اولًا معلوم نہین کہ مؤلف کے نزدیک اصرار کی کیا تعریف ہی۔

ثانیًا جن لوگون نے اس روایت کو باطل اور موضوع قرار دیا ہی انکی نسبت اگر کوئی یہ کہے کہ اُن لوگون کو اس روایت کی موضوعیت پر اصرار ہے تو مؤلف کے نزدیک اسکا کیا جواب ہی۔

ثالثاً۔ حافظ ابن حجر نے اگر باعتبار ثقاہت رجال اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے تو کیا مؤلف کے صرف اس کہہ دینے سے کہ حافظ ابن حجر کو اس روایت کی صحت پر اصرار ہے حافظ ابن حجر کے کلام مذکور کا جواب ہو گیا۔

رابعاً یہ واقعہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے تفسیر درمنثور ص۳۶۶ ج۴ مین ہے اخرج البزار والطبرانی وابن مردویہ والضیاء فی المختارۃ بسند رجالہ ثقات من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ افرأیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخری تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی ففرح المشرکون بذلک قالوا قد ذکر آلهتنا فجاءہ جبرئیل فقال اقرأ علی ما جئتک بہ فقرأ افرأیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخری تلک الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی فقال ما اتیتک بہذا ہذا من الشیطان فانزل اللہ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی الی آخر الآیۃ۔ محدث بزار نے اگرچہ اس روایت کے مرفوع ہونے مین کلام کیا ہے مگر ابن عباسؓ سے عوفی وغیرہ نے بھی روایت کی ہے اور عوفی کی روایت اگرچہ درجہ احتجاج سے نازل ہے لیکن کل طرق کے ملانے سے اس روایت کے مرفوع ہونے مین شبہ نہین رہتا ہے اور تابعین سے اس قصہ کے متعلق کثرت سے روایتین تفسیر درمنثور مین منقول ہین لہذا اس قصہ سے انکار کی ذرا گنجائش نہین ہے۔ اور جن لوگون نے اس قصہ سے انکار کیا ہے اُنکا مفصل جواب مولانا عبدالحی صاحبؒ مرحوم لکھنوی نے ظفر الامانی مین دیا ہے۔ مَنْ شَاءَ الاِطّلاعَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهِ

اس کے بعد سیرۃ النبی کے ص۱۸۱ مین وفات ابو طالب کے متعلق مؤلف نے دو روایتین نقل کی ہین ایک تو صحیحین کی جس سے ابوطالب کا کفر پر مرنا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری روایت ابن اسحاق کی جس سے ابوطالب کا اسلام پر مرنا ثابت ہوتا ہے اس کے بعد مؤلف تحریر فرماتے ہین "اسی بنا پر ابوطالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح تر مانی جاتی ہے اس لیے محدثین زیادہ تر اُن کے کفر ہی کے قائل ہین لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چندان قابل حجت نہین کہ اخیر راوی مسیب ہین جو فتح مکہ مین اسلام لائے اور ابوطالب کے وفات کے وقت موجود نہ تھے اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔" اسلام ابوطالب

اولاً۔ محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت ضرور قابل حجت ہے بلکہ خود مؤلف کے نزدیک بھی آئندہ کی تقریرین ملاحظہ ہون ثانیاً مسیب کا فتح مکہ مین اسلام لانا یہ اُن کے غیر حاضر القصہ ہونے کو مستلزم نہین کیونکہ کفر اسکا مانع نہین۔ لہذا اُن کے غیر حاضر القصہ ہونے پر کوئی دوسری دلیل بیان کرنا چاہیئے ورنہ یہ روایت مرسل نہین ٹھہر سکتی ہے

ثالثاً برتقدیر تسلیم یہ روایت مرسل صحابی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مراسیل صحابہ عند المحدثین حجت ہین لہذا علامہ عینی نے اگر اسکو مراسیل صحابہ سے شمار کیا تو اس سے مؤلف کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔

رابعاً خود مؤلف مراسیل صحابہ کو تسلیم کر چکے ہین جیسا کہ تحریر الی آغاز بحث مین ہم اسکو ثابت کر چکے ہین اور جب خود مؤلف مراسیل صحابہ کو تسلیم کر چکے ہین تو یہان یہ روایت مؤلف کے نزدیک کیون حجت نہوگی۔

خامساً روایت مسیّبؓ ونہا کے علاوہ وفات ابوطالب کے متعلق اور بھی روایتیں ہیں جنسے بھی ابوطالب کا مرنا کفر پر ثابت ہوتا ہی۔ صحیح بخاری میں عباس بن عبدالمطلب کا یہ قول ہی ما اغنیت عن عمک فواللہ کان یحوطک ویغضب لک قال ہو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار اھ اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمہ عند الموت قل لا الہ الا اللہ اشہد لک بہا یوم القیمۃ فابی فانزل اللہ انک لا تہدی من احببت الآیۃ اور ابوداؤد میں حضرت علیؓ سے مروی ہی قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عمک الشیخ الضال قد مات قال اذہب فوار اباک ثم لا تحدثن شیئاً حتی تأتینی فذہبت فواریتہ وجئتہ فامرنی فاغتسلت اھ علامہ عینی عمدۃ القاری صـ ج میں بخاری کی روایت مذکورہ بالا کے تحت بعد نقل روایت ابن اسحاق لکھتے ہیں قلت فی اسنادہ مبہم لم یسم ولو کان صحیحاً لعارضہ حدیث الباب لانہ اصح منہ فضلاً عن انہ لم یصح اھ اور نیز صفحہ محولہ بالا میں لکھتے ہیں وہذا کلہ ظاہر انہ مات علی غیر الاسلام فان قلت ذکر السہیلی انہ رای فی بعض کتب المسعودی انہ اسلم قلت مثل ہذا لا یعارض ما فی الصحیح اھ

اسکے بعد مولف لکھتے ہیں "ابن اسحاق کے سلسلہ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور عبداللہ بن عباس ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں لیکن بیچ کا ایک راوی یہان بھی رہ گیا ہی اس بنا پر دونوں روایتوں کے درجہ استناد میں چندان فرق نہیں" اولاً جب ابن اسحاق کی روایت میں بیچ کا راوی چھوٹ گیا ہی تو یہ روایت منقطع ٹھہری اور ظاہر ہی کہ منقطع روایت ضعیف ہوتی ہی اور مرسل صحابی منقطع نہیں کہی جاتی ہی بلکہ وہ موصول اور مسند کہی جاتی ہی لہذا مولف کا یہ کہنا کہ "دونوں روایتوں کے درجہ استناد میں چندان فرق نہیں" ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا ہی کیونکہ مرسل صحابی اور منقطع روایت میں بڑا فرق ہی اور دونوں کا حکم ایک ہرگز نہیں۔

ثانیاً ابن اسحاق کی روایت میں اگر انقطاع بھی نہ ہوتا تو بھی ابن اسحاق کی روایت بخاری کی روایت کے ساتھ لگا نہیں کھا سکتی ہی جیسا کہ علامہ عینی کے قول مذکور سے واضح ہی اور خود مولف صـ میں لکھتے ہیں کہ سیرت کی روایتیں باعتبار پایہ صحت احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں اسلیے بصورت اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائیگی اور نیز مولف صـ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ میں کسی روایت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی ہی بہرکیف مولف کا یہ قول کہ دونوں روایتوں کے درجہ استناد میں چندان فرق نہیں خود مولف کے قول سے غلط ہوگیا۔

ثالثاً ابن عباسؓ کی روایت میں حضرت عباسؓ کا بیان حالت کفر میں ہی اور حضرت عباسؓ کا وہ بیان جو بخاری میں ہی حالت اسلام میں ہی اور ظاہر ہی کہ انکا بیان وہی راجح ہوگا جسکو انھوں نے حالت اسلام میں بیان کیا ہی لہذا بخاری اور ابن اسحاق کی روایت ایک درجہ کی کیونکر ٹھہر سکتی ہی۔

اسکے بعد مولف صـ۲۰ میں لکھتے ہیں "صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں ہی کہ اذان کی تجویز عبداللہ بن زید نے پیش کی تھی جو انھوں نے خواب میں دیکھی تھی ایک اور روایت میں ہی کہ حضرت عمرؓ کو بھی خواب میں توارد ہوا

لیکن صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ مین کسی روایت کو ترجیح نہین دیجا سکتی۔ بخاری مین صاف تصریح ہی کہ آنحضرت کے سامنے بوق اور ناقوس کی تجویزین پیش کی گئین لیکن حضرت عمر رض نے اذان کی تجویز پیش کی اور آپنے اُس کے موافق حضرت بلال رض کو بلا کر اذان کا حکم دیا خواب کا ذکر نہین"

مؤلف نے یہان اذان سے اذان متعارف مراد لی ہی یا غیر متعارف اگر اذان متعارف مراد لی ہی تو بدون ضم روایت عبد اللہ بن زید اذان متعارف ہرگز نہین ٹھہر سکتی اسواسطے کہ روایت بخاری مین نہ اذان کے کلمات مذکور ہین اور نہ اسکی کیفیت لہذا عبد اللہ بن زید کی روایت پر صحیح بخاری کی روایت کو ترجیح دینے کی ضرورت نہین اسواسطے کہ ترجیح دینے کی ضرورت اُسوقت ہوتی جبکہ ان روایتون مین منافات ہوتا اور ظاہر ہی کہ یہان دونون روایتون مین کوئی منافات نہین یہان الفاظ الحدیث تفسیر بعضہا بعضا کی صورت ہی اور اگر مولف نے یہان اذان سے اذان غیر متعارف مراد لی ہی یعنی مجرد اعلام جیسا کہ شارحین بخاری لکھتے ہین تو اس صورت مین دونون روایتون کا واقعہ الگ الگ ہوگا یعنے اذان کے متعلق پہلے یہ حکم صادر ہوا کہ وقت پر الصلوٰۃ جامعۃ پکار دیا جاوے اسکے بعد جب عبد اللہ بن زید نے خواب مین اذان کے طریقہ کو دیکھا تو آنحضرت کے پاس پیش کیا آپنے اس خواب کی نسبت فرمایا انہا رؤیا حق ان شاء اللہ اسکے بعد آپنے اذان متعارف کا حکم صادر فرمایا اور اُس پہلی اذان کو آپنے موقوف فرما دیا اور جب ان دونون روایتون کا واقعہ الگ الگ ہوگا تو یہان بھی عبد اللہ بن زید کی روایت پر صحیح بخاری کی روایت کو ترجیح دینے کی ضرورت نہین اسواسطے کہ ترجیح کی ضرورت اُسوقت ہوتی جبکہ یہ دونون روایتین ایک ہوتین یعنے ایک واقعہ کی ہوتین اور نیز اُن دونون روایتون مین منافات ہوتا اور جب ان دونون روایتون کا واقعہ الگ الگ ہی تو صحیح بخاری کی روایت مین خواب کا ذکر کیونکر آسکتا ہی۔

اسکے بعد مؤلف صفحہ ۳۰۲ مین غزوہ بنی المصطلق کے واقعہ مین بعد نقل روایت ابن سعد و صحیحین یہ لکھتے ہین۔ | غزوۂ بنی المصطلق

"لیکن واقعہ یہ ہی کہ صحیحین کی یہ روایت بھی اصول حدیث کی رو سے قابل حجت نہین کہ اس روایت کا سلسلہ نافع تک ختم ہوجاتا ہے اور جنگ مین شریک ہونا تو ایک طرف نافع نے آنحضرت کو دیکھا بھی نہ تھا اس لئے یہ روایت اصطلاح محدثین مین منقطع ہے"

افسوس مؤلف نے پوری روایت کو نہین دیکھا اخیر روایت مین نافع کا یہ قول ہے وحدثنی بہ عبد اللہ بن عمر وکان فی ذلک الجیش لہذا یہ روایت منقطع نہین ٹھہر سکتی ہی صحیحین کو ناظرین مطالعہ فرمالین۔ والسلام

الراقم

محمد علی ابو المکارم

از مئو ناتھ بھنجن۔ اعظم گڈھ